اقبال اور قرآن

اب میں اس چوتھی اور آخری بات کے بارے میں کچھ عرض کر کے اپنی گزارشات ختم کر دوں گا جس کے ضمن میں مَیں نے ابتداء میں یہ عرض کیا تھا کہ میرا گمان ہے کہ مجھے علامہ مرحوم کی روح سے ایک خصوصی نسبت حاصل ہے۔ یعنی مرحوم کا تعلق قرآنِ حکیم سے اس موضوع کا اہم ترین حصہ تو پہلے ہی زیرِ بحث آچکا ہے یعنی یہ کہ علامہ مرحوم کی حیثیت فی الواقع ''ترجمان القرآن'' کی ہے' اور جیسا کہ خود اُن کا دعویٰ ہے ان کا فکر بھی قرآن ہی پر مبنی ہے اور ان کا پیغام بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے لہٰذا اب میں اس موضوع کے بعض ضمنی مگر نہایت اہم پہلوؤں کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کراؤنگا۔

ا: عظمتِ قرآن کا نشان:

اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ میرے نزدیک اس دَور میں علامہ مرحوم کی شخصیت عظمتِ قرآن کے ایک عظیم علَم اور نشان (Symbol) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ایک عام آدمی کا متوارث عقیدے کے طور پر قرآنِ مجید کو اللہ کی کتاب ماننا اور بات ہے' اور ایک ایسے شخص کا قرآن پر وثوق و اعتماد اور یقین جو فکرِ انسانی کی تمام وادیوں میں گھوم پھر چکا ہو اور مشرق و مغرب کے تمام فلسفے کھنگال چکا ہو' بالکل دوسری بات ہے۔

سب جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا اصل اور عظیم ترین معجزہ قرآنِ حکیم ہے۔ اب خود اعجازِ قرآنی کے پہلو بے شمار اور بے حد و نہایت ہیں جن کا احاطہ یا احصاء کسی فردِ بشر کے لئے ممکن نہیں۔ اور میرے نزدیک اس دَور میں اعجازِ قرآنی کا عظیم ترین مظہر یہ ہے کہ وہ کتاب جسے دنیا کے سامنے آج سے چودہ سو برس قبل عرب کے ایک اُمّی شخص (ﷺ) نے پیش کیا تھا' آج بھی جبکہ دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے' مادّی علوم انتہائی بلندی کو چُھو رہے ہیں اور علم و ہنر کی دنیا میں انقلاب آچکا ہے' نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کی جملہ ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے! اور اسی کی ایک گواہی اور شہادت ملتی ہے علامہ مرحوم کی زندگی سے کہ ایک شخص جس نے انیسویں صدی کے اواخر میں شعور کی آنکھ کھولی۔ پھر یہ نہیں کہ پوری زندگی ''بسم اللہ کے گنبد'' ہی میں بسر کر دی ہو بلکہ وقت کی اعلیٰ ترین سطح پر علم حاصل کیا، مشرق و مغرب کے فلسفے پڑھے، قدیم و جدید سب کا مطالعہ کیا لیکن بالآخر اس کے ذہن کو سکون ملا تو صرف قرآنِ حکیم سے' اور اس کے علم کی پیاس کو آسودگی حاصل ہو سکی تو صرف کتاب اللہ سے' گویا بقول خود ان کے ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی' جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

کیا اس دَور میں قرآنِ حکیم کے ''ھُدًی لِّلنَّاس'' ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا یہ کافی ثبوت نہیں ہے کہ اِس کا کہ قرآن ہر دَور اور ہر ذہنی سطح کے انسان کی فکری رہنمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے؟

۲: واقفِ مرتبہ و مقامِ قرآن :

اور اسی کا ایک عکس سمجھئے اس حقیقت کو کہ اس دَور میں عظمتِ قرآن اور مرتبہ و مقامِ قرآن کا انکشاف بھی جس شدت کے ساتھ اور جس درجہ میں علامہ اقبال پر ہوا' شاید ہی کسی اور پر ہوا ہو! اس لئے کہ عظمتِ قرآنی کا انکشاف بہرحال کسی شخص پر اس کے اپنے ظرفِ ذہنی کی وسعت اور عُمق کی نسبت ہی سے ہوسکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ علامہ جب قرآن کا ذکر کرتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ ع ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق وہ فی الواقع جمال وجلالِ قرآنی کا مشاہدہ اپنے قلب کی گہرائیوں سے لے رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ شنید نہیں' دید پر مبنی ہے' بلکہ ایسا لگتا ہے جیسے ان کا پورا وجود کلامِ پاک کی عظمت کے بارِ گراں سے ''خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا'' ہوا جا رہا ہے، عظمتِ قرآنی کا احساس وادراک ان کے ریشے ریشے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور ان کا ہر بُنِ مُو قرآن کی جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کے ترانے گا رہا ہے۔ ذرا گوشِ ہوش سے سنیئے: ؎

آں کتابِ زندہ' قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم

وہ زندہ کتاب' قرآنِ حکیم' جس کی حکمت لازوال بھی ہے اور قدیم بھی!

نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

زندگی کے وجود میں آنے کے رازوں کا خزینہ۔ جس کی حیات افروز اور قوّت بخش تاثیر سے بے ثبات بھی ثبات و دوام حاصل کر سکتے ہیں

حرفِ او را ریب نے' تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

اس کے الفاظ میں نہ کسی شک وشبہ کا شائبہ ہے نہ ردّ و بدل کی گنجائش۔ اور اس کی آیات کسی تاویل کی محتاج نہیں۔

نوعِ انساں را پیامِ آخریں — حاملِ اُو رحمۃٌ لِّلعَالَمِیں

نوعِ انسانی کے لئے (خدا کا) آخری پیغام۔ جس کے لانے والے تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار پائے (ﷺ)۔

رہزناں از حفظِ او رہبر شدند — از کتابے صاحبِ دفتر شدند

اسے یاد کر لینے کے باعث یا اس کی حفاظت میں آخر رہزن اور لٹیرے رہبر و رہنما بن گئے اور اس ایک کتاب کے طفیل وہ خود بہت سی کتابوں کے مصنّف بن گئے!

آنکہ دوشِ کوہ بارش بر نتافت — سطوتِ او زہرۂ گردوں شگافت

وہ (کتاب) کہ جس کے بوجھ کو پہاڑ بھی نہ اٹھا سکے اور جس کے دبدبے سے آسمان کا پتّہ بھی پھٹ کر رہ گیا!

اور سوچئے کہ کیا اس کلام میں دُور دُور بھی کسی آورد کا سراغ ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آمد ہی آمد ہے' واقعہ یہ ہے کہ یہ قاتل کا قول نہیں' حال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی اعلیٰ مثال ہے۔

اور اسی پر بس نہیں' آگے بڑھیے اور سنیئے:

فاش گویم آنچہ دردل مضمر است　　　　　این کتابے نیست چیزے دیگراست

(اس کتاب کے بارے میں) جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے اسے اعلانیہ ہی کہہ گزاروں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نہیں کچھ اور ہی شے ہے!

مثلِ حق پنہاں وہم پیداست ایں　　　　　زندہ و پائندہ و گویاست ایں

یہ ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ (کا کلام ہے لہٰذا اسی) کے مانند پوشیدہ بھی ہے اور ظاہر بھی۔ اور جیتی جاگتی بولتی بھی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی بھی!

صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست　　　　　عصر ہا پیچیدہ در آناتِ اوست

اس کی آیتوں میں سینکڑوں تازہ جہان آباد ہیں اور اس کے ایک ایک لمحے میں بے شمار زمانے موجود ہیں!

بات کتنی سیدھی اور سادہ معلوم ہوتی ہے' قرآن عام معروف معنوں میں کتاب نہیں یہ اللہ کا کلام ہے اور کلام خود متکلم کی صفت اور اس کی جملہ صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن مثلِ ذاتِ باری تعالیٰ 'ظاہر' بھی ہے اور 'باطن' بھی اور 'زندہ' بھی ہے 'قائم ودائم' بھی۔ پھر نہ ذاتِ باری زمان ومکان کی مقیّد ہے نہ کلامِ الٰہی ان کا پابند' بلکہ جیسے خود اللہ تعالیٰ 'اوّل' بھی ہے اور 'آخر' بھی اور زمان ومکان کُل کے کُل وجودِ باری میں ''گُم'' ہیں' اسی طرح کلامِ الٰہی کے بھی 'صیدِ زبوں'' کا درجہ رکھتے ہیں اور جس طرح اللہ کی شان یہ ہے کہ ''کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ '' اسی طرح قرآنِ حکیم بھی ہر دَور کے افق پر ایک خورشیدِ تازہ کے مانند طلوع ہوتا رہے گا! لیکن واقعہ یہ ہے کہ کم از کم میرے محدود علم اور مطالعے میں قرآنِ حکیم کی اس سے زیادہ مدح وستائش ہماری پوری تاریخ میں موجود نہیں! اب ظاہر ہے کہ تعریف معرفت کی مناسبت ہی سے کی جاسکتی ہے۔ بس اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ عظمتِ قرآنی کے کتنے بڑے 'عارف' تھے علامہ اقبال مرحوم!

اور یہیں سے سمجھ میں آسکتی ہے یہ بات کہ کیوں اس قدر دُکھ تھا علامہ مرحوم کو اُمّت کی قرآن مجید کی جانب عدمِ توجہ کی روش سے' جس کا مرثیہ ان کے کلام میں جا بجا موجود ہے' اور کیوں ان کا دلِ حسّاس خود کے آنسو روتا ہے اس پر کہ مسلمانوں' عام اس سے کہ وہ عوام میں سے ہوں یا خواص میں سے' قرآن سے نہ اعتناء ہے نہ دلچسپی! غور فرمائیے کہ کتنی تلخی ہے علامہ کے اس شعر میں کہ:

بآیاتش تُرا کارے جُز ایں نیست
کہ از یاسینِ اُو آساں بمیری!!

(لیکن افوس کہ اے مسلمان!) تجھے اس کی آیات سے اب اس کے سوا اور کوئی سروکار نہیں رہا کہ اس کی سورۂ یٰسین کے ذریعے موت کو آسان کرلے!

اور کسی قدر صحیح نقشہ کھینچا ہے علامہ مرحوم نے اُمّتِ مسلمہ کے مختلف طبقات کا:

صوفیٔ پشمینہ پوشِ حال مست　　　　　از شرابِ نغمۂ قوّال مست!

ادنیٰ لباس میں ملبوس اور اپنے حال میں مست صوفی قوّال نغمے کی شراب ہی سے مدہوش ہے!

آتش از شعرِ عراقی در دِلش　　　　در نمی سازد بقرآن محفلش

اس کے دل میں عراقی کے کسی شعر سے تو آگ سی لگ جاتی ہے لیکن اس کی محفل میں قرآن کا کہیں گزر نہیں!

واعظِ دستاں زنِ افسانہ بند　　　　معنئ او پست وحرفِ اُو بلند

(دوسری طرف) واعظ کا حال یہ ہے کہ ہاتھ بھی خوب چلاتا ہے اور سماں بھی خوب باندھ دیتا ہے اور اس کے الفاظ بھی پرشکوہ اور بلند و بالا ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے نہایت پست اور ہلکے!

از خطیب و دیلمی گفتار اِو　　　　باضعیف وشاذ ومرسل کار اُو

اس کی ساری گفتگو (بجائے قرآن کے) یا تو خطیب بغدادیؒ سے ماخوذ ہوتی ہے یا امام دیلمیؒ سے اور اس کا سارا سرکار بس ضعیف، شاذ اور مُرسَل حدیثوں سے رہ گیا ہے!

رہے ''فقیہانِ حرم'' تو ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ:۔

خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں　　　　ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

لہٰذا اب عوام کا تو کہنا ہی کیا، وہ غریب تو ہیں ہی ''کُشتۂ مُلّائی وسلطانی وپیری!'' ان کی عظیم اکثریت بے ذوق بھی ہے اور بے طلب بھی، اور بقول علامہ مرحوم۔

صاحبِ قرآن و بے ذوقِ طلب!　　　　العجب، ثمّ العجب، ثمّ العجب!

کوئی صاحبِ قرآن ہو اور پھر بھی اس میں نہ جذبہ ہو نہ حوصلہ وامنگ، یہ کتنی تعجب خیز اور حیرت آمیز بات ہے!!

اور ظاہر ہے کہ یہاں طلب سے مراد تعمیرِ خودی کی طلب بھی ہے اور غلبۂ حق کی آرزو بھی، اس لئے کہ فی زمانہ یہی دونوں نایاب ہیں اور انہی کا حال یہ ہے کہ:۔

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام!

رہی دنیوی آرزوؤں اور طولِ امل کا جال تو اس میں تو ہر شخص ہی ع ''کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا'' ! کے مصداق بُری طرح جکڑا ہوا ہے۔

ملّتِ اسلامی کے اس حالِ زبوں کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں:

پیشِ ما یک عالمِ فرسودہ است　　　　ملّت اندر خاکِ اُو آسودہ است

ہمارے سامنے ایک پُرانا اور گھسا پٹا عالم ہے اور ملّتِ اسلامی اس کی خاک نشینی ہی میں آسودگی محسوس کررہی ہے۔

رفت سوزِ سینۂ تاتار و کرد　　　　یا مسلماں مُرد یا قرآں بمرد!

(مسلمان اقوام مثلاً) مغلوں اور کُردوں کے سینے حرارت سے کیوں خالی ہوگئے؟ آیا مسلمان پر موت طاری ہوگی ہے یا خود قرآن ہی کے حیات بخش سوتے خشک ہوگئے ہیں!

۳: داعی اِلی القرآن :

علامہ مرحوم کے نزدیک قرآن سے یہی دُوری اور کتابِ الٰہی سے یہی بُعد اصل سبب ہے مسلمانوں کے زوال واضمحلال کا اور اُمتِ مسلمہ کے نکبت وافلاس اور ذلّت وخواری کا! 'جوابِ شکوہ' میں جو بات انہوں نے حد درجہ سادہ الفاظ میں فرمائی تھی کہ:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر　　　　اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

بعد میں اُس کا اعادہ نہایت پُر شکوہ الفاظ اور حد درجہ درد انگیز اور حسرت آمیز پیرائے میں یوں کیا کہ:

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی　　　　شکوہ سنجِ گردشِ دَوراں شدی

(اے مسلمان!) تیری ذلّت اور رسوائی کا اصل سبب تو یہ ہے کہ تو قرآن سے دُور اور بے تعلق ہو گیا ہے لیکن تو اپنی اس زبوں حالی پر الزام گردشِ زمانہ کو دے رہا ہے!

اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ　　　　در بغل داری کتابِ زندۂ

اے وہ قوم کہ جو شبنم کے مانند زمین پر بکھری ہوئی ہے (اور پاؤں تلے روندی جارہی ہے!) اٹھ کہ تیری بغل میں ایک کتابِ زندہ موجود ہے! (جس کے ذریعے تو دوبارہ بامِ عرج پر پہنچ سکتی ہے!)

اور اب اُن کے نزدیک اسی ''کتابِ زندہ'' سے وابستہ ہے ان کا 'احیاٗ' اور اسی پر دارومدار ہے ان کی نشاۃِ ثانیہ کا! گویا مسلمانوں کی حیاتِ تازہ کا انحصار ہے ان کے ازسرِ نو حقیقتاً مسلمان ہونے پر اور ان کے مسلمان ہونے کا دارومدار ہے قرآنِ حکیم پر۔ یا یوں کہہ لیں کہ ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ وابستہ ہے 'احیائے اسلام' سے اور احیائے اسلام وابستہ ہے 'احیائے قرآن' سے جو عبارت ہے مسلمانوں کے اس کے ساتھ صحیح تعلق کی ازسرِ نو استواری سے! علامہ فرماتے ہیں:

اے گرفتارِ رسوم ایمانِ تو　　　　شیوہ ہائے کافری زندانِ تو!

اے مسلمان! تیرا ایمان رسومات کے بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے اور تو خود کفر کے طور طریقوں کے زندان میں اسیر ومقیّد ہے۔

گر تُو می خواہی مسلماں زیستن　　　　جادہ پیمائی اِلیٰ شَیءٍ نُّکُر

تو نے اپنی وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کر لیا ہے اور اب ایک خوفناک انجام کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے!

گر تُو می خواہی مسلماں زیستن　　　　نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اب) اگر تو (دوبارہ) مسلمان ہو کر جینے کا خواہش مند ہے تو (اچھی طرح جان لے کہ) اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنی حیاتِ نو کی بنیاد قرآن پر قائم کرے!

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازد کامے کہ می خواہی بیاب

اس کتاب کا حقِ تلاوت تم ادا کر دو۔ پھر جو مقصد ومطلب چاہو حاصل کر لو

علامہ کے نزدیک علم ہے تو صرف علمِ قرآنی اور حکمت ہے تو صرف حکمتِ قرآنی اور یہی علم وحکمتِ قرآن ہے جو اگر کسی کے ذہن میں سرایت کر جائے اور قلب میں رچ بس جائے تو اس کے باطن میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے جو منتج ہوتا ہے ظاہر کے انقلاب پر اور یہی وہ عمل ہے جو بالآخر ایک عالمہ انقلاب کو جنم دے سکتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ حکیم وہ کتاب ہے کہ:

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود

جاں چوں دیگر شُد، جہاں دیگر شود

(یہ کتابِ حکیم) جب کسی کسی کے باطن میں سرایت کر جاتی ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور جب کسی کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے تو اس کے لئے پوری دنیا ہی انقلاب کی زد میں آجاتی ہے!

اور کس خوبصورتی سے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اس قرآن کے ذریعے ایک عالمگیر انقلاب برپا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ:

بندۂ مومن زآیاتِ خدا ست — ایں جہاں اندر براُو چوں قبا ست!

بندۂ مومن آیاتِ خداوندی میں سے ہے اور اِس عالَم کی حیثیت بس ایسی ہے جیسی اس کے لباس میں ایک قبا۔

چوں کہن گردد جہانے در برش — می دہد قرآں جہانے دیگرش

جب اس کے لباس کی کوئی قبا یعنی کوئی عالم پرانا ہو جاتا ہے تو قرآن اسے ایک جہانِ نو عطا فرما دیتا ہے۔

یک جہانے عصر حاضر را بس است! — گیر اگر در سینہ دل معنی رس است!

عصرِ حاضر کو بھی بس ایک ایسا ہی جہانِ نو درکار ہے (جو قرآن سے ماخوذ اور مستنبط ہو!)۔ اےس مسلمان اگر تیرے سینے میں ایسا دل ہے جو معانی کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کر سکتا ہو تو (مجھ سے) یہ راز کی بات حاصل کر لے!

اور کہیں للکارتے اور غیرت دلاتے ہیں کہ:

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم — تا کجا در حجرہ ہا باشی مقیم؟

اے وہ شخص یا قوم جسے حاملِ قرآنِ عظیم ہونے پر فخر ہے' آخر کب تک حجروں اور گوشوں میں دبکے رہو گے؟

در جہاں اسرارِ دیں را فاش کُن — نکتۂ شرعِ مبیں را فاش کُن!

(اُٹھو اور) دنیا میں دینِ حق کے اسرار و رموز کو عام کرو اور شریعتِ اسلامی کے رموز وحکم کی تشہیر و اشاعت کے لئے سرگرم ہو جاؤ۔

علامہ کے نزدیک تطہیرِ ذہن اور تعمیرِ فکر کا واحد ذریعہ تو یہ ہے ہی کہ ''اسرارِ دیں'' فاش کیے جائیں اور نوعِ انسانی کے سامنے ''نکتہ ہائے شرعِ مبیں'' کی وضاحت کی جائے' خود تزکیۂ نفس' تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کا کارگر اور مؤثر ذریعہ بھی قرآنِ حکیم ہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

کشتنِ ابلیس کارے مشکل است — زانکہ اوگم اندر اعماقِ دل است

شیطان کو بالکل ہلاک کر دینا ایک نہایت مشکل کام ہے' اس لئے کہ اس کا بسیرا نفسِ انسانی کی گہرائیوں میں ہے!

کشتۂ شمشیرِ قر آنش کُنی   خوشتر آں باشد مسلمانش کُنی

بہتر صورت یہ ہے کہ اسے قرآنِ حکیم کی (حکمت وہدایت) کی شمشیر سے گھائل کر کے مسلمان بنالیا جائے!

اور

فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است   جز بقرآں ضیغمی روباہی است

قرآن کے بغیر شیر بھی گیدڑ بن جاتا ہےاور اصل بادشاہی قرآن کے تعلیم کردہ فقر میں ہے۔

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر   فکرِ را کامل ندیدم جُز بذکر

جانتے ہو یہ قرآن کا فقر کیا ہے؟ یہ ذکر اور فکر دونوں کے جمع ہونے سے وجود میں آتا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ بغیر ذکر کے فکر کامل نہیں ہوسکتا۔

لیکن یہ ذکر صرف زبان سے ہی نہیں پورے وجود سے ہونا چاہیئے:

ذکر؟ ذوق وشوق را دادان ادب   کارِجان است ایں نہ کارِ کام ولب

(لیکن یہ بھی جان لو کہ ذکر کی حقیقت کیا ہے؟) ذکر اصل میں ذوق وشوق کو صحیح راہ پر ڈالنے کا نام ہے۔ یہ محض زبان اور ہونٹوں کا وظیفہ نہیں بلکہ کامل وجود اور پوری ہستی کے ساتھ کرنے کا کام ہے۔

الغرض علامہ کے نزدیک اُمّت کے جملہ امراض کے لئے نسخۂ شفا بھی قرآنِ حکیم ہے اور ملّت کے تن مردہ میں ازسرِ نو جان ڈالنے کے لئے آبِ حیات بھی چشمۂ قرآنی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

برخوراز قرآں اگر خواہی ثبات   در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

(اے مسلمان) اگر دوام وثبات اور قوت واستحکام کا طالب ہے تو قرآن کے سامنے دستِ سوال دراز کر۔ اس لئے کہ مجھے قرآن ہی کے مخفی چشموں میں آبِ حیات کا سراغ ملا ہے!

می دہد مارا پیامِ لَا تَخَفْ   می رساند بر مقامِ لَا تَخَفْ

یہ ہمیں بے خوفی کا پیغام ہی نہیں دیتا، بالفعل اس مقام تک پہنچا بھی دیتا ہے جہاں نہ خوف باقی رہتا ہے (نہ حزن)

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام   جوئے ساحل ناپذیر از فیضِ اُوست

میرے فکر کی یہ بلندی اور گردوں نوردی سراسر قرآن ہی کے فیض سے ہے اور اسی کے طفیل میرے خیالات میں بحرِ بیکراں کی سی وسعت پیدا ہوگئی ہے۔

میں نے قرآن کے بحرِ بیکراں کے موتی بیندھ لیے ہیں اور ''صِبْغَۃَ اللّٰہ'' کے اسرار و رموز کی شرح بیان کردی ہے۔

پس بگیر از بادۂ من یک دو جام
تا درخشی مثلِ تیغِ بے نیام

پس (اگر خدا توفیق دے تو) میری شراب کے ایک دو جام چڑھا یعنی میرے فکر اور پیغام سے سرشار ہو کر آمادۂ عمل ہو جا تا کہ تو شمشیرِ برہنہ کے مانند چمکنے لگے!

از یک آئینی مسلماں زندہ است　　　　پیکرِ ملّت ز قرآں زندہ است!

وحدتِ آئین ہی مسلمان کی زندگی کا اصل راز ہے اور ملّتِ اسلامی کے جسدِ ظاہری میں روحِ باطنی کی حیثیت صرف قرآن کو حاصل ہے۔

ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست　　　　اعتصامش کن کہ حَبْلُ اللہ اوست

ہم تو سرتا پا خاک ہی خاک ہیں، ہمارا قلبِ زندہ اور ہماری روحِ تابندہ تو اصل میں قرآن ہی ہے

چوں گہر در رشتۂ او سفتہ شو!

ورنہ مانندِ غبار آشفتہ شو!

(اے ملّتِ اسلامی! اب بھی وقت ہے کہ تو) اپنے آپ کو موتیوں کی طرح قرآن کے رشتے میں بیندھ اور پرو لے۔ ورنہ پھر اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ خاک اور دھول کے مانند پریشان اور منتشر (اور ذلیل و خوار) رہ!

گویا احیائے دین کی جدّ و جہد ہو یا تجدیدِ ملّت کی سعی، علامہ مرحوم کے نزدیک اس کا مرکز و محور ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ ہے قرآنِ حکیم، اور یہی معنی ہیں قرآنِ حکیم کی اس آیت کے جو نبی اکرم ﷺ کے طریقِ کار اور منہجِ انقلاب کی وضاحت کے ضمن میں معمولی سے لفظی فرق کے ساتھ قرآنِ مجید میں چار مقامات پر وارد ہوئی ہے یعنی: يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ اور یہی ہے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے لئے کرنے کا وہ اصل کام جس پر ایک طویل عرصے تک اِدھر اُدھر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد بالآخر میری نگاہ جم گئی ہے کہ ''جا ایں جا است!''

آخر میں، مَیں معذرت خواہ ہوں کہ مَیں نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا اور ساتھ ہی آپ سب کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری ان گزارشات کو صبر اور سکون کے ساتھ سُنا۔ خود میں نے جو محنت اس سلسلے میں کی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کے بقا و استحکام، ملّتِ اسلامی کی تجدید و نشأۃِ ثانیہ اور دینِ حق کے اِحیاء و اظہار ایسے اہم اور جلیل مقاصد کے ضمن میں علامہ اقبال کے فکر اور پیغام کی اشاعت کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے اور پاکستانی عوام میں بالعموم اور نوجوان نسل میں بالخصوص جو بُعد رفتہ رفتہ علامہ مرحوم کی شخصیت اور افکار و نظریات سے پیدا ہوتا جا رہا ہے، حالات کا ایک شدید تقاضا ہے کہ اسے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ چاہیں تو اسے ''احیائے اقبال'' کا نام دے لیں۔ بہر حال یہ وقت کی ایک اہم ضرورت اور اسی کی ایک حقیر سی سعی ہے جو میں نے کلامِ اقبال سے یہ مواد جمع کر کے مرتّب صورت میں آپ کے سامنے پیش کر کے کی ہے۔

اب اگر میری ان گزارشات سے آپ میں سے کسی ایک کے دل میں بھی یہ جذبہ بیدار ہو جائے اور عزمِ مصمّم پیدا ہو جائے کہ وہ قرآن ہاتھ میں لے کر ایک عالمگیر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو، تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت پوری طرح پھل ہو گئی اور گویا ''شادم از 'کردگئی' خویش کہ کارے کردم!'' اور اگر بدرجۂ ادنیٰ میری ان گزارشات سے آپ حضرات کے دِلوں میں کلامِ اقبال کے مطالعے ہی کا

شوق بیدار ہو جائے تب بھی میں یہ جانوں گا کہ میری محنت کم از کم ضائع نہ ہوئی۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

پیشکش pdf format از www.hamditabligh.net